# مُحبت زِندگی ہے

میمُونہ خورشید علی

میمونہ خورشید علی



رخصتی کے عمل کے دوران جہاں سب آبدیدہ تھے وہاں ننھا بشر دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ زبان پہ بس ایک ہی جملہ تھا۔

"پھوپو' پھوپو جان! مت چھوڑ کر جائیں مجھے' میں مر جاؤں گا۔"

اور پھر جب گاڑی گھر سے نکلنے لگی تو اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ اپنے اس پیارے چاچو کو جان سے مار ڈالے جنہوں نے اسے مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں جکڑا ہوا تھا۔

"مت لے کر جاؤ میری پھوپو کو' میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا' چاچو رک جائیں میں مر جاؤں گا۔' چھوڑ دو مجھے۔"

اس نے واصف کے حصار سے نکلنے کے لیے پورا زور لگا رکھا تھا اور ماہی بے آب کی طرح یوں تڑپ رہا تھا جیسے اس کی حقیقی ماں اسے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے کسی اور کے پاس جا رہی ہو۔

ادھر عشنا کے کانوں میں بشر کی چیخ و پکار ایسا ماتم بپا کر رہی تھی جیسے ظالم بادشاہ کا تعاقب' مظلوم فریادی کی داد رسی آہ و بکا کرتی ہو۔

بشر کی بڑھتی ہوئی بے قراری و بے چینی ہے۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ گاڑی سے نکلے اور دوڑ کر بشر کو اپنی آغوش میں سمیٹ لے۔ اس کے ننھے بلکتے وجود کو اپنے سینے سے لگالے۔ گاڑی گھر سے نکلی تو بشرا ایسے ہو گیا جیسے وہ کانٹوں پہ لوٹ رہا ہو کسی پل سکون ہو قرار نہ تھا۔

اسے امید نہیں تھی کہ پھوپو ایک دن اس کے ساتھ یوں بے وفائی کر جائیں گی۔ اسے تو بس یہ معلوم تھا کہ سب زبردستی ان دونوں کو جدا کر رہے ہیں۔ رو رو کر آنکھیں سوجھ گئی تھیں گلا بیٹھ گیا تھا لیکن وہ چپ ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔

"میں مار ڈالوں گا سب کو' میں محب انکل کو جان سے مار ڈالوں گا' وہی لے کر جا رہے ہیں میری پھوپو کو۔"

"بکواس نہیں کرو بشر۔" واصف نے جھڑکا۔

"چھوڑ دو مجھے۔" وہ بپھرنے لگا۔ واصف نے ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر دے مارا' یہ تھپڑ بشر کے نہیں جیسے عشنا کے دل پر لگا تھا' وہ تڑپ ہی تو گئی۔

بشر طمانچہ لگتے ہی اور بے قابو ہو گیا۔

"واصف! اسے اندر لے جاؤ۔" بڑے بھیا نے سختی سے کہا۔

"میں نہیں جاؤں گا اندر۔" اور پھر ایک نہیں واصف نے اس کی اچھی طرح سے تواضع کر دی۔

عشنا کا بس نہیں چلتا تھا کہ کس طرح سے گاڑی سے نکل کر جائے' اور واصف کا منہ طمانچوں سے لال کر دے۔

بھلا کوئی ہاتھ بھی لگاتا تھا بشر کو' بشر کے لیے وہ محلے والوں تک سے لڑ پڑتی تھی۔ واصف سے جھگڑا تو بشر کے معاملے میں روز کا معمول تھا۔ بڑے بھیا' امی' ابو سب کتنے مگن تھے۔ اور واصف بشر کو مارتا ہوا اندر لے گیا تھا۔ واصف کی جرأت کیسے ہوئی بشر کو مارنے

کی۔ اس کا دل پارہ پارہ ہو رہا تھا۔

اس نے اپنے آنسو گھونگھٹ کے اندر ہی بے دردی سے صاف کیے اور بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے سوچنے لگی۔

"واصف کے بچے! اس وقت میں دلہن نہ بنی بیٹھی ہوتی ناں تو تمہارا منہ نوچ ڈالتی' تمہارا سر پھاڑ دیتی۔"

وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتی رہی اسی لمحے گاڑی نے ایک اور موڑ کاٹا اور گاڑی گھر والی سڑک سے دوسری سڑک پہ آگئی۔ اس نے مڑ کر بے تابانہ اپنے گھر کی طرف دیکھا۔ اور شدت سے رو دی۔

کیسی دلہن تھی یہ۔

نہ بابل کی یاد تھی۔

نہ ماں کے آنچل کی خوشبو ستا رہی تھی۔

نہ بھائیوں اور بہنوں کا پیار اور محبتیں یاد آ رہی



تھیں۔

نہ ہی سکھیوں سے بچھڑ جانے کا دکھ تھا۔

دکھ تھا تو صرف ایک بات کا کہ بشر اس کے بنا کیسے سوئے گا، وہ تو کسی کے پاس بھی نہیں سوتا تھا۔ صرف تین دن کا ہی تو تھا جب بھابی کا انتقال ہوا تھا۔

امی چونکہ خود بلڈ پریشر اور شوگر کی مریضہ تھیں، آپی کے پاس پہلے ہی بچوں کی ریل پیل اتنی زیادہ تھی کہ وہ ہمہ وقت عاجز رہتیں۔ تو یوں بشر اس کی گود میں خود بخود آ گیا۔

اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ گول مٹول سرخ و سپید بچہ دن بدن گھر بھر کی توجہ و محبت کا مرکز بنتا چلا گیا۔

اس کے تو تمام تر مشاغل، تمام تر کام، تمام تر توجہ صرف اور صرف بشر سے ہی مشروط ہو کر رہ گئے تھے۔

اس نے اپنی پڑھائی بھی بشر کی بدولت ادھوری چھوڑ دی۔ بشر اس کی زندگی میں کیا آیا وہ سب کچھ بھلا بیٹھی۔

کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ بن ماں بنے بھی ممتا دل میں جاگ پڑتی ہے۔

حالانکہ بچے تو اور بھی تھے گھر میں۔

بشر سے بڑا مبشر اور پھر عاشر دونوں ہی پیارے تھے۔ خوبصورت و ذہین تھے، پھر سارہ آپی کے بچے علاوہ رنگ برنگے بچے، چھوٹے چچا کے ہاں تو ہر سال نئے فرد کا اضافہ ہونا تو ضروری تھا۔

مگر اس کا دل تو کسی بچے پہ بھی نہیں آیا تھا بس سرسری سا پیار کر لیا کرتی۔ لیکن جب سے بشر آیا تھا اس کی تو گویا جون ہی بدل گئی تھی۔

رات وہ بستر بھگو دیتا تو وہ اٹھ اٹھ کر اس کی نیپیاں بدلتی۔

اس کے دودھ کا خیال کرتی پھر وہ کچھ اور بڑا ہوا تو اس کے لباس کی تبدیلیوں سے لے کر ٹھوس غذا تک کی اسے پروا ہونے لگی۔

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس میں اتنی ممتا کہاں سے اور کیونکر امنڈ آئی ہے۔

پھر بشر نے بیٹھنا سیکھا، اٹھنا سیدھا بولنا سیکھا، چلنا سیکھا، سب عوامل بتدریج اس کی گود میں ہی نمو پاتے رہے۔ اس عرصے میں امی، ابو نے بمشکل بھیا کو رضا مند کر کے دوسری شادی پہ آمادہ کر لیا۔

روشن بھابی اچھے گھر کی تربیت یافتہ لڑکی تھیں لہٰذا بھیا کا گھر پھر سے مکمل ہو گیا۔

شادی کے دوسرے ہی برس خدا نے ایک پیاری سی بیٹی بھی دے دی۔

مومل کے آجانے کے بعد بھی۔ بشر کی قدر و قیمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

اسے ہر جگہ ترجیح دی جاتی۔ ہمیشہ اس کی خواہشات کا احترام کیا جاتا، کبھی وہ اتنا ضدی ہو جاتا کہ اس کی ناجائز بات بھی ماننا پڑتی۔

ایسے میں واصف کہتا۔ ”اسے بگاڑنے میں عاشی صرف اور صرف تمہارا ہاتھ ہے۔“

تو وہ لاپروا ہو کر کہتی۔

”اور تمہیں بگاڑنے میں کس کا ہاتھ ہے۔“ بات بڑھتے بڑھتے جھگڑے کی شکل اختیار کر جاتی۔

پھر فیصلہ ابو کے پاس جاتا، چونکہ عشنا ابو کی پہلے سے ہی چہیتی بیٹی تھی۔ اس لئے الٹا ڈانٹ واصف کو ہی پڑتی۔

اس بات پہ واصف جل بھن جاتا پھر کہتا!

”ابو کی تو ہمیشہ سے یہی عادت ہے ان پہ کوئی ذرا سا بھی احسان کر دے، وہ اس کے آگے ہمیشہ جھکے رہتے ہیں۔“

”میں نے کیا احسان کیا ہے ابو پہ۔“ وہ خونخوار ہو کر پوچھتی۔

”پہلے تو تم ابو کو سویرے سویرے چائے بنا کر دیتی تھیں تو ابو سارا دن تمہارے گن گاتے تھے اور سے تم نے فراز بھائی کے بیٹے کو پال کر احسان وہ تم ہی تھیں احسان عظیم کر دیا۔ اب تو وہ ہر وقت تمہاری ہی مالا جپنے لگے ہیں۔“

”واصف کے بچے!“ پھر تو جو جنگ کا طبل بجتا الامان الحفیظ اس صورت حال میں دونوں طرف برابر کا



نقصان ہوتا۔

نہ تو واصف ہار ماننے والا تھا اور نہ ہی وہ۔

لیکن واصف کے پاس اس کی سب سے بڑی کمزوری موجود تھی۔ کوئی بھی کام کرانا ہوتا یا جنگ میں اس کے گھٹنے ٹکانے ہوتے تو بشر کو لے کر چھت پر چڑھ جاتا۔

”عاشی! دیکھو میں بشر کو پھینک رہا ہوں نیچے۔ میرا فلاں کام کر رہی ہو یا نہیں۔“ اور وہ تمام تر ہتھیار پھینک کر نہ صرف ہار مان لیتی بلکہ اس کے سارے کام بھی دوڑ دوڑ کر کرتی کہ کہیں وہ سچ مچ بشر کو نقصان نہ پہنچا دے۔

پتلی کا چھالا بنا کر اس نے بشر کی پرورش کی تھی۔ اس کی ماں بن کر ایک ایک وقت خواہش پوری کرتی تو دوسرے وقت ذات بھی رہی ساری ہی لیکن بشر نے جو مانگا تھا اسے وہی ملا تھا۔

بشر بھی اس کا دیوانہ تھا پھوپھو جانی سے بڑھ کر تو کوئی چیز اس کے لیے اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ سحر سے لے کر شب تک ہر چیز میں سب سے پہلے پھوپھو کی پکار ہوتی۔ اور وہ خود کتنی عادی ہو گئی تھی۔ اس کے معصوم وجود کی، کبھی سنجیدگی سے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ ایک دن بشر سے یوں جدا ہو جائے گی۔

رات کب ڈھلے ہوا، وہ کب گھر پہنچی سارے مندوں نے کب اسے دوبارہ میک اپ کر کے اس کے کمرے میں پہنچایا، ان سب باتوں کی لذت و اہمیت کو محسوس کیے بنا وہ صرف بشر کی ذات کے محور کے گرد گھوم رہی تھی۔

نہ جانے وہ کیسے چپ ہوا ہو گا، معلوم نہیں اس نے کچھ کھایا بھی ہو گا یا نہیں پتا نہیں گھر والے اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہوں گے جہاں سلوک کا خیال آیا وہاں واصف کا تھپڑ اسے پھر سے یاد آ گیا۔ جو اس نے بشر کے پھولوں جیسے گال پہ بے رحمی سے مارا تھا عشنا کو لگا جیسے اس کا دل کسی نے بھالے سے چیر ڈالا ہو۔ واصف تو پہلے ہی کہتا تھا تمہارے بعد میں اس بشر کے بچے کو تو بالکل سدھار دوں گا۔ اس کو بگاڑنے کی ذمہ دار تم ہی ہو۔“ اس بات کی قطعی کسی نے تردید نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب تھا، واصف کا ظلم و ستم بشر پر شروع ہو چکا ہو گا۔

وہ ایکدم سے بے چین و بے قرار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسی لمحے محب کمرے میں داخل ہوا۔

جیسا کہ اس کے تصور میں تھا کہ عشنا لمبا سا گھونگھٹ نکالے بیڈ پہ بالکل جھکی ہوئی بیٹھی ہو گی۔

وہ عشنا کو گھونگھٹ سے بے نیاز کھڑا دیکھ کر حیران ہوا اور پھر عشنا کے چہرے پہ اڑتی ہوائیاں اور آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی، وہ فکرمندی سے اس کے قریب آ گیا۔

اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتا اپنی تشویش کا اظہار کرتا عشنا بے چینی و فکرمندی سے بولی۔

”میں گھر فون کرنا چاہتی ہوں۔“

”کیوں خیریت تو ہے؟۔“ عشنا کی بے قراری پر محب کی تشویش گہری ہو گئی۔

وہ اسی کیفیت میں انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی۔

”خیریت ہی تو معلوم کرنے کے لئے فون کرنا چاہتی ہوں۔“

”خدانخواستہ گھر میں کوئی شخص زیادہ بیمار تھا۔“ محب کا سوال بالکل معقول تھا۔

”جی۔“ عشنا نے چونک کر محب کی طرف دیکھا۔ ”نہیں، بیمار تو کوئی بھی نہیں ہے۔“ وہ آہستگی سے بولی پھر خود کلامی کے سے انداز میں کہنے لگی۔

”ضروری ہے۔ خیریت پوچھنے کے لیے کسی کا بیمار ہونا؟“

”تو پھر آپ کو گھر سے دور ہوئے اتنی دیر بھی نہیں ہوئی کہ احوال پرسی کا دور شروع کیا جائے۔“

”میں سب کی احوال پرسی تو نہیں کرنا چاہ رہی۔“ وہ تیزی سے گویا ہوئی تو محب اسی تیزی سے قدرے اس پہ جھکتے ہوئے بولا۔

”کون ہے وہ رقیب جس کی آپ کو اس وقت یاد ستا رہی ہے۔“ وہ بتاتے ہوئے جھجک گئی۔ اچانک ہی

خیال آیا کہیں وہ اس کا بچپنا نہ سمجھے باقی سب لوگوں کی طرح۔

"بتاؤ ناں۔" محب نے بڑے شوخ سے لہجے میں استفسار کیا۔

"بشر۔" اس نے بلا تامل نام لے ڈالا۔

"بشر۔" محب ٹھٹکا۔

"بھتیجا ہے میرا۔" وہ فوری طور پر بشر کی ہسٹری سنانے پر آمادہ نظر آ رہی تھی۔

"بشر تین دن کا تھا جب بھائی کا انتقال ہوا تھا۔ میرے پاس ہی رہا ہے' ایک طرح سے میں نے ہی پالا ہے اسے' میرے بغیر نہ کھاتا ہے نہ سوتا ہے نہ ہی کچھ اور کرتا ہے۔" وہ جلدی جلدی بتانے لگی۔

"بس بس' بس۔" محب نے ہاتھ اٹھا کر اسے باقی تاں۔ تاں کی گردان سنانے سے منع کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا آپ کو اپنی امی یاد آ رہی ہوں گی' عموماً اس وقت لڑکیوں کو اپنی ماں ہی یاد آتی ہے۔" کہتے ہوئے اس نے عشنا کا ہاتھ تھاما اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے بولا۔ "حالانکہ یہ بات سوچنے کی ہے جب لڑکیاں اپنی ماں کے پہلو میں سوتی ہیں تو خواب شوہروں کے دیکھتی ہیں اور جب شوہر کے پاس آتی ہیں تو ماں کو یاد کرنے لگتی ہیں' یہ ہے ناں لڑکیوں کی چالاکی۔"

محب کی غیر سنجیدگی عشنا کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس کی جان بشر میں اٹکی ہوئی تھی اور وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا' حالانکہ اس کا خیال تھا محب کو گھر والوں کے ریلیے سے معلوم ہی ہوگا اس کے اور بشر کے مابین تعلق کی اہمیت کیا ہے پھر جو چیز اس کے لئے اہم ہے اس کے وجود سے وابستہ محب کے لئے بھی اتنی ہی اہم اور ضروری ہونی چاہیے تھی۔ لیکن محب کا اس طرف کوئی رجحان یا دلچسپی نظر نہیں آ رہی تھی۔

پھر محب کہنے لگا "عجیب حیرت انگیز بات ہے' آپ کو اس وقت بھی کوئی یاد آ رہا ہے۔"

"کوئی نہیں صرف بشر۔" اس نے جتلانے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ چاہتی تھی محب پہ واضح ہو جائے کہ بشر کی اس کی زندگی میں کیا اہمیت ہے۔

"بشر ہو یا بشیر ہو' بات تو ایک ہی ہے۔"

"بات ایک نہیں ہے۔ اس کی پرورش کی ہے میں نے' میری گود میں پلا ہے وہ۔"

رخصتی کے وقت بہت رو رہا تھا وہ' نہ معلوم کس طرح چپ ہوا ہوگا۔

مجھے ڈر ہے' کہیں اس کی طبیعت نہ خراب ہو گئی ہو' جب زیادہ روتا ہے تو اس کا سانس رک جاتا ہے۔"

اس نے یکایک تشویش میں مبتلا ہو کر' اپنی بے قراری کا اظہار کیا تو محب ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔

عجیب لڑکی ہے' میری موجودگی اور وقت کی اہمیت کو محسوس کیے بنا ابھی تک اسی جگہ موجود ہے جہاں سے رخصت ہو کر آئی ہے۔

"میرا خیال ہے یہ صرف آپ کا وہم ہے۔ ایسی کوئی پرابلم ہوتی تو ہمیں اطلاع کر دیتے آپ کے گھر والے۔"

اور ویسے بھی سب لوگ تو ہیں وہاں۔ بشر کے امی' ابو' دادا' دادی' چاچا' چاچی اور باقی سب لوگ۔ بھلا کیا ہوگا اسے' آپ خواہ مخواہ کیوں فکر مند ہوتی ہیں۔ اور ویسے بھی بچے جتنی ضد کرتے ہیں اتنا ہی جلدی بہل بھی جاتے ہیں۔"

"وہ عام بچوں جیسا نہیں ہے۔" عشنا نے [illegible] سے کہا۔

"مگر ہے تو بچہ ہی ناں۔" محب نے سختی سے تردید کی۔

"مجھے معلوم ہے' مگر اس کی طبیعت کے بارے میں مجھے بڑی فکر ہے۔ ایک فون کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔"

عشنا کی ضد پہ محب زچ سا ہو کر بولا۔

"رات کے تین بج رہے ہیں' اور سب سے بڑھ کر مجھے اس وقت آپ کا فون کرنا بالکل مناسب نہیں لگ رہا۔" محب کے قطعی سے انداز پہ عشنا بجھ کر رہ گئی۔ اب آگے اس موضوع پر کوئی بات کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ تھوڑی دیر دونوں طرف خاموشی رہی۔



"پھر" محب نے بڑی دلچسپی و شرارت سے اس کی مترنم آنکھیں اور افسردہ چہرے کو دیکھا' اور آہستگی سے مسکرا دیا۔

"بشر کو تمام گھر والے بہلانے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے البتہ آپ کو بہلانا میرے لئے مشکل معلوم ہوتا ہے۔" وہ تمام تر فاصلے مٹاتے ہوئے' اس کے قریب آ کر بے خودی سے بولا تو عشنا چہرہ جھکا کر آنسو صاف کرنے کے ساتھ ساتھ' باقی آنسوؤں کے ذخیرہ کو اندر نگلنے کی کوشش کرنے لگی۔

نجانے اسے آج ایسا کیوں محسوس ہو رہا تھا کہ بشر سے زیادہ دنیا میں اسے کوئی بھی پیارا نہیں ہے۔

اس نے اضطراری طور پر ہاتھ مسلتے ہوئے سوچا تو محب کی نگاہیں' چوڑیوں کی کھنک کے ساتھ اس کے ہاتھوں پہ ٹک گئیں۔

دونوں ہاتھوں پہ مہندی کے ڈیزائن بگڑے ہوئے تھے' صاف معلوم ہو رہا تھا جیسے پہلے بہت خوبصورت نقش و نگار بنائے گئے ہوں۔ اور پھر بگاڑ دیئے گئے ہوں۔ ان بگڑے ہوئے نقش و نگار میں محب کا نام بھی انگریزی میں بگڑ کر بھدا سا دکھائی دے رہا تھا۔ محب نے عشنا کی ہتھیلی پھیلائی پھر کہنے لگا۔

"یہ کیا۔؟ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کو زبردستی مہندی لگانے پر مجبور کیا گیا ہو۔"

سہاگ کی مہندی کا یہ حشر محب کو بلاوجہ ہی نہیں کھٹکا تھا۔ عشنا جو اپنی سوچوں میں مگن تھی یکلخت ہی خجل ہو گئی۔ ہاتھ کھینچتے ہوئے بولی۔

"بشر نے بگاڑ دی تھی ساری مہندی' میرا دلہن بننا اسے بالکل بھی گوارہ نہیں ہو رہا تھا۔"

محب نے ایک ضبط آلود گہرا سانس خارج کیا۔

"لگتا ہے بہت بگڑا ہوا ہے آپ کا بھتیجا۔"

"بالکل بھی نہیں' بہت پیارا اور معصوم ہے' آپ اس سے ملے نہیں ناں' اس لیے ایسا کہہ رہے ہیں۔

میں آپ کو اس سے ضرور ملواؤں گی یقیناً" آپ اس کی شخصیت کے قائل ہو کر رہ جائیں گے۔" وہ وفور شوق سے گویا ہوئی تو محب نے بیزار سے انداز میں عشنا کو ٹوک دیا۔

"فار گاڈ سیک عشنا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"بشر کی ذات کے متعلق اب ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوگی۔"

پھر وہ ذرا نارمل انداز میں کہنے لگا "رات کافی ہو گئی ہے اور یقیناً" آپ بیٹھے بیٹھے تھک گئی ہوں گی لباس و زیورات تبدیل کر لیجیے۔

شائد اس تبدیلی سے ہی آپ کو کسی اور تبدیلی کا احساس ہو جائے۔" محب ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ شائد وہ خود بھی چینج کرنے گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد عشنا کو احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ کر گیا ہے۔

"کیا وہ محب کے ساتھ زیادتی کر رہی ہے؟"

"یا وہ بشر کے ساتھ زیادتی کر کے آئی ہے۔"

"یا اس کے ساتھ خود زیادتی ہوئی ہے۔"

وہ اس سوچ میں پڑ گئی اسے کن حصوں میں بٹ جانا چاہیے تھا' لیکن شاید تقسیم کا عمل ابھی اس کے اختیار میں نہیں تھا' یہی سوچتے اور خود سے الجھتے ہوئے محب کی ہدایات پہ عمل کرنے لگی۔

وہ کپڑے بدل کر آیا تو ابھی وہ زیورات ہی میں الجھی ہوئی تھی۔ محب نے دلچسپی سے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ اسی عمل کے دوران عشنا کو ایک ہچکی آئی' پھر دوسری' تیسری اور دیکھتے ہی دیکھتے ہچکیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

محب نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے آہستگی و شائستگی سے کہا۔ "ہچکی آئے تو پانی بھی پی لینا چاہیے۔"

"مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے بشر مجھے بہت شدت سے یاد کر رہا ہے۔" اس نے اپنے اندیشے کو' پر یقین انداز میں ظاہر کیا تو محب نے گلاس میز پر پٹخ دیا۔

"بشر' بشر' بشر' آخر آپ جتلانا کیا چاہ رہی

ہیں۔؟"

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے آپ اس وقت کہاں ہیں' اور کس پوزیشن میں ہیں وہ بچہ ہے' آپ تو بچہ نہیں ہیں۔ اور پھر آپ کو معلوم بھی تھا کہ آپ کی زندگی میں یہ موڑ بھی آنے والا ہے۔" محب الا خبر برس ہی پڑا۔

ابھی نہ جانے وہ کتنے غصہ کا اظہار کرتا کہ کمرے کا دروازہ بجا۔

اسی کیفیت میں اس نے دروازہ کھولا سامنے ہی زوہیب کھڑا تھا۔ آنکھیں ملتے ہوئے بولا۔

"بھئی بھابی کے گھر سے فون آیا ہے' بشر بات کرنا چاہ رہا ہے۔"

بشر کے فون کا سنتے ہی وہ بے تابانہ دروازے کی طرف لپکی' جب کہ محب کے چھکے لگ گئے۔

"کہہ دو ان سے ہم لوگ سو رہے ہیں۔"

"پلیز۔" عشنا تو اس وقت محب کے قدموں میں بچھ جانے کے لئے تیار تھی بڑے منت بھرے لہجے میں بولی۔

"پلیز مجھے جانے دیں۔"

محب نے تیز سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سوچا' جب تمہیں خود ہی خیال نہیں تو میرے روکنے کی حقیقت کیا معنی رکھتی ہے۔

وہ بنا کچھ بولے دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ عشنا لحوں کی چوتھائی میں فون کے پاس تھی پتہ نجانے ابھی وہ کتنی دیر محو گفتگو رہتی کہ ساجدہ کی آنکھ کھل گئی' رات گئے بہو کو ٹیلی فون سے چپکا دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

"عاشی بیٹا کس کا فون ہے۔؟"

"امی بشر کا فون ہے۔" ساجدہ نے آنکھیں ملتے ہوئے وقت دیکھا۔ فجر کی آذان ہو رہی تھی' اسے بھی احساس ہوا کہ واقعی بہت دیر ہو گئی تھی۔

"اچھا بشر اب تم سو جاؤ صبح ملیں گے۔" اس نے فون بند کر دیا۔ پھر نظریں جھکا کر ساس کے سامنے سے بھیگی بلی کی طرح نکل گئی۔ کمرے میں آئی تو محب خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔

*-*-*

گھر میں داخل ہوتے ہی' سب سے پہلی ٹکراہٹ بشر کی تھی۔ کیونکہ رات اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ صبح اسے لینے آئے گا۔ لیکن وہ آیا نہیں تھا' وہ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی۔ جہاں بشر بخار میں جل رہا تھا اور بے سدھ پڑا تھا' وہ تڑپ ہی تو گئی اس کے سرہانے رکھی مختلف قسم کی ادویات کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"عاشی تم یہاں آ کر بیٹھ گئی ہو' سب لوگ باہر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"بھائی! بشر کو بخار کب سے ہے' آپ لوگوں نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔" وہ اپنی الجھن میں گرفتار تھی۔

"میں دوا لے آیا تھا اس کی' اور ڈاکٹر نے چیک اپ بھی کر لیا تھا۔"

برائے کرم اسے ہونے دو' اٹھتے ہی ہنگامہ کھڑا کر دے گا۔" واصف نے اطلاع فراہم کی۔

"واصف کے بچے تمہیں تو میں چھوڑوں گی نہیں۔" اسے واصف پہ سخت غصہ تھا۔

"بھابی اسے روکو اور سمجھاؤ کہ شادی کے بعد لڑکیاں بھائیوں سے لڑتی نہیں ہیں۔" واصف روشن کے پیچھے چھپنے لگا۔

"اوہو تم نے یہ کیا ہنگامہ کھڑا کر دیا' بشر جاگ جائے گا۔ چلو واصف باہر' اور عاشی تم بھی باہر چلو۔" روشن نے معاملہ ٹھنڈا کیا۔

"بھابی میں نہیں آ رہی ابھی بشر کے پاس ہوں۔ امی سے کہہ دیجئے گا' میری بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ لڑنے کا ارادہ ترک کر کے بشر کے ساتھ بستر میں گھس گئی۔

*-*-*

"اب اٹھ بھی جاؤ۔ محب بھائی تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں۔ بھائی اور امی کچن میں مصروف ہیں اور وہ اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"تو تم جا کر بیٹھو نا ان کے پاس یہاں کیا کر رہے ہو۔" وہ کسلمندی سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"آپ کو اطلاع کرنے آیا ہوں' تیار ہو جائے وہ زیادہ دیر رکنے کا ارادہ نہیں رکھتے' یہ پیغام امی کی طرف



سے آیا ہے۔" واصف کے جانے کے بعد وہ کچن میں آ گئی۔

"امی! بشر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' آپ ان سے کہہ دیں' میں ایک دو روز میں آ جاؤں گی۔" امی اس کے جواز پر مسکرا دیں۔

"بری بات ہے عاشی بیٹا۔ تم تیار ہو جاؤ' ہم سنبھال لیں گے اسے۔"

"امی پلیز۔"

"اچھا نہیں لگتا بیٹا۔ محب پہلی بار تمہیں لینے آیا ہے' اور میں اسے خالی ہاتھ لوٹا دوں۔"

"حد ہو گئی امی! کل بھی تو محب بھائی ہی آئے تھے اسے لینے بس باجے گاجے اور بارات سمیت آج فرق ہے' کہ اکیلے آئے ہیں۔"

"تم چپ کرو۔ یہ ٹرالی تیار کر دی ہے روشن نے لے کر چلو ڈرائنگ روم میں' میں بھی آتی ہوں۔"

"امی بشر مجھ سے ناراض ہے۔ بالکل بات نہیں کر رہا ہے۔ جب تک یہ روٹھا رہے گا میرا دل امی میں انکار ہے گا پھر اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔"

"یہی بات تو فکر مندی کی ہے تمہارے بعد دل ہی نکال ڈالا تھا اس نے ہمارا۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ کس طرح بہلائیں اور چپ کرائیں۔" روشن بھابی ٹرالی میں سامان رکھتے ہوئے بولیں۔

"اسی لیے تو کہتا ہوں تم اپنے گھر جاؤ' ہم اپنے بچے کو خود سنبھال لیں گے۔" واصف کی بات پہ اس کا دل بھر آیا۔

"واصف بہت بری بات ہے۔"

"مار پیٹ کر نہ ہم بہلا سکتے ہیں اسے' اور نہ ہی تم۔۔۔ بچہ ہی تو ہے۔ رفتہ رفتہ ہی عادی ہو گا وہ اس ماحول کا۔"

"اور دیکھو! تم نے زیادہ گھر کا نہ بشر کو' تو بہت برا پیش آؤں گی۔"

"ہے کہاں وہ؟" امی کو ایکا ایک بشر کی یاد ستائی۔

"اس کے پھوپھا سے متعارف کرانے لے جا رہا ہوں اسے۔ ٹرالی عاشی کے ہمراہ بھیج دیجئے گا۔"

وہ پھر سے غائب ہو گیا' امی سر جھٹک کر مسکرا دیں۔

"میں نہیں لے کر جا رہی ٹرالی' آپ ہی لے جائیے۔" عاشی کو محب کا سامنا کرتے ہوئے جھجک سی محسوس ہو رہی تھی۔ اور پھر انکار بھی تو امی کو ہی کرنا تھا' امی خود ہی چلی گئیں۔ واصف بشر کو محب سے متعارف کرا رہا تھا۔ وہ دروازے کی اوٹ سے دیکھنے لگی۔ تعارف کا یہ مرحلہ اسے بہت ہی پسند آیا' جو اسے پسند ہے' اور ہر دلعزیز ہے محب کو بھی اتنا ہی اس سے واقف اور دلعزیز ہونا چاہیے۔ "محب بھائی ان سے ملیے یہ بشر ہے۔"

"عاشی ڈیئر کی جگر جان ہستی۔" عاشی آہستہ سے مسکرا دی۔ کن انکھیوں سے دیکھا محب بشر کو بغور دیکھ رہا تھا اس کے دل میں اطمینان سا اتر آیا۔ اور دل پذیر خوشی حاصل ہوئی۔

"بشر! انکل سے ہاتھ ملاؤ۔"

بشر اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلا اور منہ پھلائے بیٹھا رہا۔

واصف اور عاشی بیک وقت خفیف سے ہو گئے جب کہ امی نے وضاحت کی۔

"دراصل یہ اپنی پھوپھو سے ناراض ہے' اس لیے تم سے بھی نہیں بول رہا۔"

"جی نہیں' میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے' لڑکیاں ہوتی ہی بے وفا ہیں۔ محبت کسی سے کرتی ہیں' اور شادی کسی سے۔" بشر کی اس بات پر محب کے چودہ طبق روشن ہو گئے جب کہ امی کو شرم سی آ گئی۔

"کون سی کلاس میں پڑھتا ہے یہ۔" محب پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"کلاس ون میں ہے' لیکن اسکی یہ حقیقت پسندی' ذہن سے مشروط ہے' تعلیم سے نہیں۔" ہنستے ہوئے واصف نے وضاحت کی۔ بشر وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تو عاشی بھی اس کے پیچھے ہی آ گئی۔

امی کہنے لگیں "محب بیٹا محسوس نہ کرنا بہت چہیتا ہے یہ عاشی کا اور پھر تین دن کا ہی تو تھا جب رفعت کا انتقال ہوا تھا۔"

"میں جانتا ہوں خالہ جان۔" بشر کی ہسٹری نئے سرے سے سننے کا اسے نہ شوق تھا اور نہ موڈ۔

"اس کی طبیعت سنبھل جائے گی تو میں صبح عاشی کو واصف کے ہمراہ ہی بھیج دوں گی۔"

"ویسے تو مجھے بہت برا لگ رہا ہے کہ تم پہلی بار لینے آئے ہو اور خالی ہاتھ جاؤ گے۔ لیکن مجبوری ہے، اور پھر عاشی خود بھی وہاں جا کر پریشان ہی رہے گی۔"

ساری رات تو فون پر بات ہوتی رہی تھی پھر پریشانی کیسی؟ وہ دل ہی دل میں جز بز ہوا۔

رفیعہ داماد کے سامنے حد سے زیادہ شرمندہ ہونے لگیں تو محب نے ان کی شرمندگی کو کچھ زائل کیا۔

"کوئی بات نہیں خالہ جان، جیسا آپ مناسب سمجھیں بہتر ہو گا۔"

گو دل میں غصہ تو بہت تھا، لیکن کچھ احترام و پابندی پھر روایتی تقاضے، وہ خاموشی سے گھر آ گیا۔

*...*...*

آج ولیمہ تھا رفیعہ کا ارادہ تو واصف کے ہمراہ بھیجنے کا تھا، لیکن اس کے سسرال سے خواتین آ گئیں تو وہ جانے کی تیاری کرنے لگی۔

رات بھر بشر کو اپنے پاس رکھنے سے بشر کے تمام گلے شکوے دور ہو گئے تھے۔ ساتھ ہی طبیعت بھی ہشاش بشاش تھی۔

لیکن جب وہ جانے لگی، تو اس نے ساتھ جانے کی ضد باندھ لی۔ گھر والوں نے روکا بھی بہت لیکن عشنا اسے اپنے ساتھ ہی لے آئی۔

عشنا کی تین چھوٹی نندیں اور ایک عدد دیور، سب ہی بشر کی من موہنی صورت اور باتوں کے دلدادہ ہو گئے۔ وہ خود بھی اس طرح خوش تھی جیسے بشر کی تمام تر خوبیاں اسی کا کارنامہ و اعجاز ہوں۔

ان لوگوں کے گھر میں دور دور تک کوئی چھوٹا بچہ نہیں تھا۔ اس لئے سب بشر کی آؤ بھگت میں لگ گئے۔

محب کو جب معلوم ہوا کہ عشنا کے ساتھ بشر بھی آیا ہے، تو اس کا ماتھا ٹھنک گیا۔ موڈ تو اس نے پہلے دن ہی خراب کر دیا تھا باقی ماندہ کسر گھر والوں نے اس کی پوجا پاٹ سے پوری کر دی۔

ہمیشہ کی طرح بشر کی موجودگی میں اسے کسی دوسرے شخص کی پروا ہی نہیں ہوتی تھی۔ تب ہی مگن و مسرور سی ان سب کے درمیان بیٹھی تھی۔

ساجدہ کو بالآخر ٹوکنا ہی پڑا۔

"جمو اپنے کمرے میں چلی جاؤ، محب کو شام کے لئے کپڑوں وغیرہ کی ضرورت پڑے گی اور پھر تمہیں بھی تو وقت لگے گا تیار ہونے میں۔"

"جی امی۔" وہ تابعداری سے اپنے کمرے میں آ گئی جہاں محب اپنی چھوٹی بہن پہ بری طرح برس رہا تھا۔

"کب سے میں تمہیں آوازیں دے رہا ہوں، کہاں رکھی ہے الماری کی چابی، ڈھونڈ ڈھونڈ کر دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔ کوئی سنتا ہی نہیں ہے۔" محب نے بیڈ کے تکیے ادھر ادھر جھٹکے۔

"صفائی کس نے کی تھی کمرے کی، بلاؤ زرینہ کو کہاں مر گئی وہ۔"

"بھائی وہ تو اپنے کوارٹر سے بکری کا بچہ لینے گئی ہوئی ہے بشر کے لیے۔ بھابی کا بھتیجا آیا ہوا ہے سب اس کے ساتھ کھیل رہے تھے شور میں آپ کی آواز سنائی ہی نہیں دی۔"

سعدیہ ایک طرف کو رکی ہوئی کھڑی تھی۔

"بشر... بشر آخر کیا تم نے کبھی کوئی بچہ نہیں دیکھا؟ کیا عجوبہ چیز آ گئی ہے آج ہمارے گھر میں۔ ہر شخص اس کی مہمان داری میں لگا ہوا ہے۔"

"چابی امی کے پاس تھی، انہوں نے مجھے دی ہے۔ لائیے میں آپ کے کپڑے نکال دوں۔" عشنا نے فوراً اطلاع فراہم کی۔ ساتھ ہی عملی کارروائی بھی۔

محب غصے میں اس کی طرف بڑھا اور اس کے ہاتھ سے چابی لے لی۔

"چابی کی خبر دینے کا شکریہ۔" سعدیہ، بھائی کا پارہ آسمان کی طرف جاتا دیکھ کر کھسک لی۔

"جائیے اب آپ بھی بچے کھلائیے، اور خاص طور اس بچے کو جسے آپ جہیز میں لانا بھول گئی تھیں۔ اور اگر کمی محسوس ہو تو محلے سے بھی بلا لیجیے گا دو چار۔"



اس نے چابی کو جھٹکے سے لیا اور الماری کھولنے لگا۔

"آپ میری پھوپھو کو کیوں ڈانٹ رہے ہیں۔ شرم نہیں آتی آپ کو۔ یہ میری پھوپھو ہیں، انہیں کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ نے سمجھا کیا ہے؟ یہ اکیلی نہیں ہیں، میں ان کے ساتھ ہوں۔" محب نے گھور کر بشر کی طرف دیکھا جو نجانے کب آن دھمکا تھا۔

عشنا اس اچانک افتاد پہ گھبرا کر رہ گئی۔

"بشر۔" اس نے دھیمے سے لہجے میں بھتیجے کو ٹوکا۔

"پھوپھو آپ چپ رہیے، بلکہ اسی وقت گھر چلیں۔" "یہ بالکل بھی اچھے انسان نہیں ہیں، کوئی لڑکیوں سے اس طرح بھی بولتا ہے۔ بڑے ابو ہوتے ناں اس وقت تو آپ کی پٹائی کر دیتے جیسے واصف چاچو کی کر دیتے ہیں۔"

"بشر... پلیز... چپ ہو جاؤ۔" وہ روہانسی ہو کر بولی لیکن بشر کی زبان کب رکنے والی تھی۔

"سمجھتے کیا ہیں خود کو، بڑے آئے رعب جمانے والے۔"

"بشر پلیز چپ ہو جاؤ۔" محب نے ایک قہر آلود نگاہ عشنا پہ ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ عشنا کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا۔

ولیمے کی تقریب میں سارا وقت اس کی ایسی ہی کیفیت رہی، پھیکی اور افسردہ۔

بشر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

واصف صحیح کہتا تھا بشر واقعی بدتمیز ہو گیا ہے۔

تقریب کے اختتام پہ بشر بضد ہو گیا کہ وہ عشنا کو اپنے ساتھ ہی گھر لے کر جائے گا۔

"بشر بہت ضدی ہو گئے ہو تم۔" اس نے پہلی بار بشر کو ڈانٹا۔ وہ چاہتی تھی کہ بشر خاموشی سے گھر چلا جائے اور زیادہ اس موضوع پہ تکرار و بحث نہ ہو، لیکن بشر بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ اس کے پہلو سے ٹیپ کرولا۔

"پھوپھو مجھے معلوم ہے آپ انکل سے ڈر کر ایسا کہہ رہی ہیں۔ لیکن آپ بے فکر رہیں میں سب کو بتا دوں گا۔"

پھر وہ اپنی دادی سے مخاطب ہو کر شکایتی انداز میں بولا۔

"بڑی امی! انکل پھوپھو کو دوپہر میں بہت ڈانٹ رہے تھے۔ بڑی امی! وہ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔ پھوپھو کو ان سے ڈر لگتا ہو گا، جبھی وہ مجھے بھی خاموش ہونے کا کہہ رہی تھیں۔"

بشر کی اطلاع پہ محب کی امی حیران رہ گئیں۔ بھلا شادی کے دوسرے ہی روز ایسی کیا جھگڑے کی بات ہوئی تھی۔

جو اس نے بچے کے سامنے ہی نئی نویلی دلہن کو ڈانٹا۔

جب کہ عشنا کے گھر والے اس فکر میں مبتلا تھے کہ بشر کو ایسی الٹی سیدھی باتیں بھی کرنی آتی ہیں؟ ان کا خیال تھا وہ خوامخواہ الزام تھوپ کر عشنا کو لے جانا چاہ رہا ہے۔

محب نے بشر کی یہ بکواس بازی سنی تو اس کا خون کھول کر رہ گیا۔

یہ کٹنی تھا بچہ اسے سخت زہر لگ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا گلا دبا دے۔ سب لوگوں کے سامنے اس نے اس کی اچھی خاصی انسلٹ کر ڈالی تھی۔ بمشکل تمام عشنا کے گھر والے بشر کو اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہوئے۔

لیکن محب کا دماغ تو گھوم چکا تھا۔

اس پر طرہ یہ کہ ساجدہ بیگم نے گھر میں آ کر بیٹے کی بری طرح کھنچائی کر ڈالی۔ وہ جز بز ہوتا کمرے میں آیا، تو عشنا اس کا انتظار کر رہی تھی۔

شائد بشر کے سلسلے میں معافی مانگنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ کچھ بھی سننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ سارا غصہ عشنا پہ ہی اترنا ظاہر ہے وہ قصوروار تھی۔ سر جھکائے سب کچھ سنتی رہی۔

اور انتظار کرتی رہی کہ آخر ایک وقت تو اس کا غصہ کم ہو گا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں اس کی طرف سے بشر کو ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" وہ چپ ہوا تو وہ منمنا کر بولی۔

لیکن محب کا غصہ کسی طور کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا وہ بہت دیر تک بکتا جھکتا رہا۔ وہ خاموشی سے سنتی رہی۔ پھر بشر کو برا بھلا کہنے پر اتر آیا۔

اس برا بھلا سننے کی بھی اس میں ایک حد تھی۔

جب اس نے بشر کو گالیوں سے نوازنا شروع کیا تو اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ ماما پوری شدت سے جاگ اٹھی۔

"آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا اسے گالی اور کوسنے دینے کا۔ اس نے جو غلطی کی ہے، میں اس کی طرف سے معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں، جو سزا چاہے مجھے دے دیجئے۔ لیکن معصوم بچے کو یوں منہ بھر بھر کر بددعائیں دینا کہاں کا انصاف ہے؟ بچوں سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔"

بشر کے معاملے میں وہ اس کے مقابل ڈٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جس سے یہ ثابت تھا کہ وہ ابھی تک وہیں تھی، جہاں سے آئی تھی۔ اور مسلسل اس کی چاہت، ذات اور اہمیت کو نظرانداز کر رہی تھی۔

محب کے اندر نفرت کی چنگاری سلگی اور برق رو کی طرح سارے وجود کو آگ کر گئی۔

یہ اسی کے ضبط کی انتہا تھی جو وہ یہ سب برداشت کر گیا تھا ورنہ اپنی کمتری اور تذلیل کا احساس ناگوار ہی نہیں ناقابل برداشت بھی تھا۔

"اگر آپ کو اپنے بھتیجے سے اتنا ہی پیار ہے اور جدائی کا احساس مارے ڈال رہا ہے تو آپ ابھی اور اسی وقت اس کے پاس جا سکتی ہیں۔" محب دو ٹوک انداز میں بولا۔

"مجھے حصوں میں بٹی ہوئی عورت کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں محبت کے معاملے میں بہت انتہا پسند شخص واقع ہوا ہوں، سمجھیں آپ۔"

اور اب میں کسی قسم کا ڈراما اور بکواس نہ سنوں۔ خواہ وہ آپ سے منسلک کسی بھی فرد کے متعلق ہو، اور ہاں اس گھر میں آپ بے شک آتی جاتی رہیں، لیکن میرے پاس جب ہی آیئے گا جب آپ کے سر سے بشر کا بھوت اتر جائے۔"

بصورت دیگر نہ تو میں آپ کے یہ چونچلے برداشت کر سکتا ہوں اور نہ ہی کسی اور کی محبت کا دم بھرتے آپ کو دیکھ سکتا ہوں۔" وہ غصے میں کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا اور عشنا ہراساں سی کھڑی سوچتی رہی کہ یہ اتنی بڑی بات تھی جس کا محب نے اتنا بتنگڑ بنا دیا تھا۔

عشنا کو محب کی ناراضگی کو محسوس کرنے کے لئے ایک خاص قسم کے جذبے کی ضرورت تھی ایسا ادراک جو اس پر ابھی تک وا نہیں ہوا تھا۔

اگر ہو جاتا تو وہ یہ محسوس کرنے کی بجائے کہ یہ تو بہت معمولی سی بات ہے اس بات میں جھگڑا کیسا۔ یہ بات محسوس کرتی کہ محب اس سے ایسی محبت کرتا ہے جو کسی سے بھی شیئر نہیں کر سکتا۔

اگر ایسا محسوس کرتی تو خود بخود محب کی محبت میں مدغم ہو جاتی۔ ماضی سے منسلک ہر رشتہ تو کیا اپنا آپ بھی بھلا دیتی۔ لیکن اپنا آپ تو وہ صرف بشر کے وجود میں بھلا بیٹھی تھی۔ پھر کسی اور وجود اور رشتے کی گنجائش ہی کب نکلتی تھی۔

سسرال سے میکے اور میکے سے سسرال اس کا آنا جانا سا لگا رہنے لگا۔ یہاں آتی تو بشر کی یادیں ساتھ ہوتیں، گھر جاتی تو صرف بشر پاس ہوتا پھر رفتہ رفتہ دوتوں کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ اس کی مصروفیات بڑھتی چلی گئیں۔ پھر بشر اور اس کے درمیان کچھ دوری سی آ گئی لیکن فراغت ملتے ہی وہ جب بھی گھر جاتی بشر کو بے قرار و ہراساں اپنا منتظر پاتی۔

وہ جہاں بھی ہوتا اس طرح اس کے پاس آتا جیسے نگاہیں انتظار کی راہ میں بچھائے بیٹھا ہو۔

یہ اس سے دوری کا نتیجہ تھا یا اب کوئی بشر کی پروا نہیں کرتا تھا۔ بشر دن بدن کمزور ہوتا چلا گیا۔ اس کی صحت دیکھ کر اس کا دل کٹنے لگتا بھر والوں سے جھگڑتی سسرال سے کئی بار فون کرواتی۔

امی کو اور بھابی کو اس کی خوراک کے بارے میں تاکید و آگاہ کرتی رہتی جب بھی بشر سے ملتی پہلے سے کہیں زیادہ وارفتہ ہو کر ملتی۔



لیکن پھر یوں ہوا کہ بشر کا ریتاک انداز دھیما ہوتا چلا گیا۔ اب بشر کو نہ تو اس کے آنے جانے کے اوقات کی پروا رہی تھی۔ نہ اس کے سسرال وجہ بے وجہ فون کھڑکاتا تھا۔

اس کی غیر موجودگی میں آہستہ آہستہ اس کی تفریحات و ترجیحات بدل رہی تھیں۔

لیکن وہ اس تبدیلی کو بشر کی ناراضگی کا سبب سمجھنے لگتی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ اسے اپنے کلیجے میں چھپا لے۔

اسے کس طرح یقین دلائے کہ وہ اس کے بغیر کتنی بے قرار اور ادھوری رہتی ہے۔ اور جب وہ اس سے بے اعتنائی برتتا ہے۔ اور اس سے خاص توجہ و پیار نہیں مانگتا تو وہ کتنی خالی ہو جاتی ہے، زبردستی پھر اسے گود میں لے لیتی تو یوں لگتا جیسے گود تو کیا دل تک بھر گئی ہو۔ سارے شکوے مٹ گئے ہوں۔

واصف چھیڑتا "اب یہ بڑا ہو گیا ہے اس کے بوجھ سے آدھی جھک جاتی ہو۔ اب تو گود میں اٹھانا چھوڑ دو۔"

وہ واصف سے شکوہ کناں ہو کر بولی! "تم نے بگاڑ دیا ہے اسے، سارا سارا دن گھر سے باہر کھیلتا رہتا ہے، سارا دن سائیکل لیے پھرتا ہے۔ وہ وہ فرکتیں کرنے لگ گیا ہے، جو پہلے کبھی نہیں کرتا تھا۔"

"مثلاً" "کیا کیا؟" واصف دلچسپی و شرارت سے پوچھتا۔

تو وہ افسردگی سے سوچنے لگتی۔

"اب مجھے بہت یاد نہیں کرتا۔ اب میں آتی ہوں تو جب ہی مجھ سے پیار جتلاتا ہے، زیادہ وقت میرے پاس نہیں گزارتا۔ آپ سے دور رہ کر مجھے چین نہیں آتا اور یہ خوش رہنا سیکھ گیا ہے۔ اتنی جلدی میں کہاں سے لاؤں ایسا قرار جو اسے مل گیا ہے۔"

واصف اسے سوچ میں پڑا دیکھ کر ہنس پڑتا۔

"قدرتی طور پر وقت کے ساتھ ساتھ انسان کے جسم میں تبدیلیاں آتی ہیں تو ذہن کی نشوونما بھی تو ہوتی رہتی ہے، بشر کی پہلے کچھ ترجیحات تھیں پھر کچھ ہوں گی۔ پھر دوست بدلیں گے، کھیل بدلیں گے، مشاغل بدلیں گے اور پھر میں بھی تو ساری عمر امی کی گود میں نہیں رہا۔ اور یوں بھی لڑکوں کی زندگی تو ویسے بھی بہت فاسٹ ہوتی ہے، بقول خواتین کے بیوی آتی ہے تو ماں، بہنوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ایک وقت آئے گا یہ تمہیں بھی بھول چکا ہو گا۔" واصف اسے چڑاتے ہوئے شرارت سے بولا تو وہ سختی سے تردید کیے بنا نہ رہ سکی۔

اور بشر پہ بڑا استحقاق جما کر بولی۔

"کبھی تمہیں بھولے گا یہ مجھے۔ کبھی بھی نہیں۔ دیکھ لینا تم۔" اس نے چیلنج کیا۔

"یہ کیا واصف! تم ہر وقت بہن کو جلانے اور چڑانے پہ کمر باندھے رہتے ہو۔" امی نے واصف کو ڈانٹا۔

"رہی بات بیر کی، وہ تو ضرور بندھے گا۔ جب تم بھلا دو گی اسے اپنے بچوں میں مگن ہو کر۔ چلو یار شہر یا ہر چل کر کھیلتے ہیں۔" ہنستا ہوا واصف بشر کو لے کر باہر چلا گیا۔ اور اسے واصف کی بے لگامی و پیشن گوئی پہ ڈھیروں شرم سی آ گئی۔

جہاں بچوں کا تصور آیا وہاں محب کا وجود نگاہوں میں جم گیا غصہ کرتا ہوا اور پھنکارتا ہوا۔

"اس گھر میں بے شک آپ آتی جاتی رہیں۔ لیکن میرے پاس جب ہی آیئے گا جب آپ کے سر سے بشر کا بھوت اتر جائے بصورت دیگر نہ تو میں آپ کے اس قسم کے چونچلے برداشت کر سکتا ہوں اور نہ ہی آپ کو کسی اور کی محبت کا دم بھرتے دیکھ سکتا ہوں وہی غصہ کرتا ہوا" اور بشر سے بیزار سا وجود اس کی نگاہوں میں لہرا گیا۔

"ہونہہ ایسا شخص بھلا بچے پسند کر سکتا ہے۔"

عشنا کی لاپرواہی اور بے اعتنائی دیکھ دیکھ کر محب کا دل کڑھ رہا تھا۔ اس نے غصے میں وارننگ دی تھی تو اپنی محبت جتانے کے لئے اپنی ذات کی یاد دہانی کے لئے، جو ایا "اسے بھی چاہیے تھا کہ اس کی پیروی کرتی۔

اس کے استحقاق کا مان بڑھاتی۔
اور وہ یہ سوچنے لگا کہ محض ایک بچے کے خاطر وہ اسے مسلسل نظر انداز کر رہی ہے وہ بچہ اس کا بھتیجا ہے یا کچھ اور کہیں عشنا کی یہ دوسری شادی تو نہیں......
یہاں آ کر محب کی سوئی اٹک گئی۔ جتنی محبت وہ بشر سے کرتی ہے اتنی ماںتا تو ایک ماں کے دل میں ہی ہو سکتی ہے۔
وہ اپنے خدشے کا اظہار ماں کے سامنے کرنے پر مجبور ہو گیا۔
ساجدہ کو بیٹے اور بہو کے درمیان تناؤ کا احساس تو اول روز سے ہی ہو رہا تھا لیکن جب وجہ بیٹے کے منہ سے معلوم ہوئی تو سر ہی پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

*_*_*

عشنا کی تینوں چھوٹی نندیں اور دیور گاؤں اپنی خالہ کے ہاں جا رہے تھے ساتھ عشنا کو بھی لے گئے تھے۔
واپسی کا ارادہ تو ان کا جلدی کا ہی تھا لیکن فہمیدہ نے آنے نہ دیا۔ بڑی خاطر مدارت کی۔ ساتھ ساتھ شکوہ بھی جاری رہا کہ محب ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں آیا۔ حالانکہ ان لوگوں نے جاتے ہی بتا دیا تھا کہ ان کا یہ پروگرام اچانک بنا تھا۔ اور بھائی کو افرا تفری کے پروگرام قطعی پسند نہیں ہیں اور پھر وہ گاؤں کی زندگی سے کوئی دلچسپی بھی نہیں رکھتے۔ ایک ڈیڑھ ہفتے کے بعد ان لوگوں کی واپسی ہوئی۔ اس عرصے میں اس نے سوائے بشر کے کسی کو مس نہیں کیا تھا۔
جب کہ خالہ کی بہو بیٹیاں اسے محب کا نام لے کر اسے چھیڑتی رہیں۔ سسرال جانے کی بجائے اس کا دل امی کی طرف جانے کو مچل رہا تھا سو اس نے راستے میں ہی زوہیب سے کہہ دیا کہ وہ اسے امی کی طرف چھوڑ کے جائے وہ شام کو آجائے گی۔
گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے بے تابانہ بشر کو آواز دی۔ بشر تو دکھائی نہ دیا البتہ امی ابو دونوں سے ملاقات ہو گئی۔
"لگتا ہے ہماری بیٹی کو سوائے بشر کے دنیا میں کچھ دکھائی نہیں دیتا حتیٰ کہ ماں باپ بھی۔"
ابو نے آج بلا تامل شکوہ کر ڈالا تو وہ جھینپ گئی۔ ابو کو سلام کیا انہوں نے دست شفقت سر پر رکھ کر ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں پھر وہ امی سے لپٹتے ہوئے بولی۔
"معلوم نہیں امی کیا بات ہے واقعی بشر کے سوا نہ ہی مجھے کوئی یاد آتا ہے اور نہ ہی میں کسی کو مس کرتی ہوں۔"
آخری جملہ کہتے ہوئے وہ خود بھی کھو گئی تھی۔ امی ابو دونوں ہی اس کی دیوانگی پہ ہنس دیئے۔
"بھئی ایسا پیار تو نہ کہیں دیکھا اور نہ سنا خدا تمہارا پیار یونہی سلامت رکھے اور تمہیں بشر جیسا بیٹا عطا کرے۔" ابو اسے دعا دیتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے تو وہ سر جھکا کر مسکرا دی۔
"بشر کہاں ہے امی؟"
"اسکول سے آتے ہی نجانے کہاں چلا گیا تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں شائد روشن کی طرف چلا گیا ہو۔"
"نہیں آپ رہنے دیجئے میں دیکھ لوں گی۔"
"اچھا عشنا سنو۔"
اگر روشن کی طرف جاؤ تو ذرا سکون سے بیٹھ کر بھائی کا بھائی کا حال احوال بھی پوچھنا اور عاشر اور مبشر بھی ہوں گے تو انہیں بھی پیار کر لینا۔ شکایت کرتے ہیں کہ پھوپھو سوائے بشر کے کسی کو بھی پیار نہیں کرتیں ہو اور نہ ہی ہماری طرف آتی ہیں۔"
ان کی ہدایت پہ اسے شرمندگی کا احساس ہوا تو خفت سے مسکراتے ہوئے سوچنے لگی۔
"واقعی امی صحیح کہہ رہی ہیں نجانے کتنے لوگوں کو میں نے بشر کی وجہ سے ناراض کیا ہوا ہے۔"
وہ باہر آئی تو بشر پچھلے لان میں ہی بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا تھا۔ بشر..... اس نے بشر کو آواز دی۔ بشر نے اس کی طرف دیکھا اس کا خیال تھا بشر سب کچھ چھوڑ کر بے تابانہ اس کی طرف کھنچا آئے گا۔ اور سب جب مبہوت ہو کر ان کے پیار کو دیکھیں گے تو وہ ہمیشہ کی طرح کتنا مسرور ہو گی۔
لیکن بشر وہیں سے بولا۔
"پھوپھو میں کھیل رہا ہوں، آپ چلیے میں باری لے کر آتا ہوں۔"
"بشر۔" وہ حیرانی سے دیکھنے لگی۔
"پھوپھو جائیں ناں آپ۔" وہ کھیل میں مگن تھا بشر کے بچپن سے بشر کا یہ انداز برداشت نہ ہوا اور وہ اس کے پاس آگئی۔
"میں اتنے دنوں کے بعد آئی ہوں اور تم ......" وہ زبردستی اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے اندر لے آئی۔
"کیا میں تمہیں یاد نہیں آتی تھی۔"
"نہیں۔"
"اس لیے کہ اب میرے بہت سارے دوست بن گئے ہیں۔"
"لیکن تمہاری پھوپھو تو میں ہی ہوں۔" اس کے اندر کچھ چھنا کے سے ٹوٹا۔
"عاشر اور مبشر کی بھی تو پھوپھو ہیں آپ۔" بشر گیند سے کھیلتے ہوئے لاپروائی سے بولا۔
"مگر تمہاری اور میری بات اور ہے۔" اس کا دل بھر آیا۔ بشر جیسے اس کی بات پہ اکتا گیا۔
"پلیز پھوپھو بور نہ کریں۔"
"باہر اتنا اچھا گیم چل رہا ہے، سب لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"
"میں تمہارے لیے دیکھو کیا لائی ہوں، رنگین طوطے۔" اس نے پنجرہ بشر کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک آس بھرے لہجے میں کہا۔ بشر نے طوطے دیکھے تو کہنے لگا۔
"چاچو اس سے بھی بڑا پنجرہ بنوا کر لائے ہیں اور ڈھیر سارے طوطے ہیں اس میں، میں انہیں بھی اسی میں رکھوں گا۔ فی الحال آپ انہیں یہیں رکھا رہنے دیں اب میں جاؤں۔"
"ہاں... ہاں....."
وہ کسی گہرے خیال سے جاگی پھر اس نے بشر کو آخری بار بڑی چاہ سے یوں دیکھا جیسے اس کی محبت کہیں گم ہو گئی ہو ورنہ تو بشر میں کوئی لگاوٹ تھی اور نہ ہی کوئی ناراضگی کا اظہار تھا۔ وہ تو اسے بھول چکا تھا۔ اور بھاگنے کی جلدی میں کھڑا تھا۔

"ہاں جاؤ... میں بھی بس جا ہی رہی ہوں۔" نجانے اسے وہ اب بھی کیوں آزما رہی تھی۔
"اوکے، خدا حافظ پھوپھو...!" اور وہ وہیں خالی دامن بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔
شام کو گھر آئی تو وہی کیفیت تھی۔ کھوئی کھوئی سی کیفیت اور نمناک آنکھیں۔
ساجدہ نے بہو کو ملول سا دیکھا تو سمجھ گئی کہ بیٹے کے رویے کی وجہ سے بہو لبرداشتہ ہو رہی ہے۔
پھر دونوں کے مابین تعلق کا اندازہ بیٹے کی بدولت ساجدہ کو معلوم ہو چکا تھا۔
وہ بہو کو سمجھانے لگیں۔
"عشنا... بیٹی... میں جانتی ہوں تمہاری دلی کیفیت اس وقت کیا ہو رہی ہے۔ لیکن لڑکی کا اصل گھر اس کے شوہر کا گھر ہی ہوتا ہے عورت کو تمام پچھلے رشتے اپنے شوہر کے خاطر بھلانے پڑتے ہیں۔
یہ تمہارا اچھنا تھا یا بشر سے بے حد پیار کا نتیجہ کہ تم نے شوہر کو نظر انداز کیا۔ لیکن محب کی سراسر بے دلی ہے کہ اس نے تمہارے ساتھ برابر تاؤ رکھا اور بے جا شکوک و شبہات پیدا کر کے اپنے اور تمہارے درمیان فاصلے پیدا کر لیے۔"
نجانے ساجدہ کیا کہہ رہی تھیں، لیکن عشنا کا دل بشر کی بےوفائی پہ دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔
اور جب ساجدہ نے اسے گلے سے لگاتے ہوئے تسلی دی "تم گھبراؤ نہیں عاشی بیٹا۔ محب میرا بیٹا ہے اور میں جانتی ہوں جتنی جلدی وہ غصہ کرتا ہے اتنی جلدی اس کا غصہ اتر بھی جاتا ہے۔" ان کے گلے سے لگتے ہی اس کے حوصلے کے تمام بند ٹوٹ گئے اور وہ بے تحاشا رو دی۔
محب اس وقت وہاں سے گزر کر اپنے کمرے میں جا رہا تھا، بیوی کو ماں کے گلے سے لگ کر روتا دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔
"گویا بشر کا بھوت اترتے ہی میری بے رخی آپ کو رلانے لگی؟" وہ مسرور سا اوپر چڑھ گیا۔
"خیر بیوی صاحبہ ساس سے لاکھ دکھڑے رو لو، ابھی تو ایک پہاڑ اور بھی سر کرنا ہے تمہیں۔
لاکھ امی نے میرے ساتھ سر پھوڑی کی ہے، لیکن منانے سے ہی مانوں گا کم پریشان نہیں کیا ہے تم نے مجھے۔"
مگر عشنا کا رد عمل اس کی توقع کے عین خلاف ہوا وہ اسے منانے یا سوری کرنے نہیں آئی، بلکہ اپنے کمرے میں چلی گئی ابھی تک وہ بشر کے وجود میں گم تھی۔
دماغ و دل پہ اس کی بےوفائی کا بوجھ تھا اور جسم بخار کی حرارت سے جلنے لگا تھا محب غصے میں جلتا کلستا خود ہی کمرے میں آیا تو وہ نیند کی وادیوں میں کھوئی ہوئی تھی۔
اور نجانے آہستہ آہستہ کیا بڑبڑا رہی تھی۔ محب نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔
"بشر... بشر... دیکھو میں آ گئی ہوں۔ تم مجھ سے خفا ہو۔ نہیں نہیں تم مجھے بھلاؤ گے نہیں۔ وعدہ کرو... بشر... میری جان۔"
محب نے اس کی دیوانگی اور اپنی خام خیالی پر سر پیٹ ڈالا، لیکن ایک بات خوش آئند تھی کہ جس سے وہ مسرور ہی نہیں حظ بھی اٹھا رہا تھا۔ عشنا کو لگا جیسے بشر اس کے پاس ہے۔
"بشر... بشر..." اس نے ساتھ بیٹھا کر بشر کو اپنی آغوش میں سمیٹنا چاہا اس کے لمس کو محسوس کرنا چاہا۔
اور پھر وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔
نیند کے ساتھ خواب بھی ٹوٹ گیا تھا۔
اس کے پہلو میں بشر نہیں محب آنکھوں پہ ہاتھ دھرے بے خبر چاروں خانے چت سو رہا تھا۔
اس کا دل بری طرح دھڑکا۔
روز وہ دوسرے کمرے میں سوتا تھا آج یہاں کیسے اور کب آیا۔ اس نے فوری طور پر خود کو سمیٹنا اور سمجھانا چاہا۔
پھر خوف سے مغلوب ہو کر سوچنے لگی۔ نجانے وہ کیا ہذیان بک رہی تھی۔ کہیں محب نے سن نہ لیا ہو۔ اس سے قبل بے عزتی کا احساس سوا ہوتا ذرا سا جھک کر



دیکھا وہ بے خبر سو رہا تھا۔ شائد امی کے کہنے سے اس کے کمرے میں آیا تھا۔ لیکن اس کی وارننگ تو اسے اچھی طرح یاد تھی۔
وہ بستر سے اٹھنے لگی تو محب نے اس کا ہاتھ تیزی سے پکڑ لیا۔ اس اچانک کارروائی پہ اس کی جان پتے کی طرح لرز گئی۔ محب کی آنکھیں روشن تھیں اور چہرہ مسکرا رہا تھا۔ یعنی وہ سو نہیں رہا تھا سب سن رہا تھا۔
"اب کدھر جانے کا ارادہ ہے۔" وہ شرارت سے پوچھنے لگا۔ عشنا کچھ نہیں بولی اپنے آپ میں ہی سمٹ گئی۔
"چلیے آپ کے پہلو میں چند لمحے گزار کر ایک راز تو پایا کہ بشر... آپ کو بھلا بیٹھا ہے۔" محب کے انداز پہ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ جیسے محب اس کا مذاق اڑا رہا ہو وہ خود اعتمادی و دو ٹوک انداز میں بولی۔
"اس میں مذاق اڑانے والی کون سی بات ہے۔ میری گود میں مستقبل کے مرد نے پرورش پائی ہے۔ اور میں جانتی ہوں مرد تو ازل سے ہی ہرجائی ہوتے ہیں توجہ کے عوض محبت چھینے والے۔"
"کیا... کیا... سارا الزام یعنی مجھ ہی پہ۔"
"اگر ایسا نہیں تھا، تو آپ نے کون سا مجھے پوچھ لیا تھا۔ وہ اپنے موقف پہ قائم تھی۔
"مائی ڈیئر ذرا یہاں... بیٹھیں۔" اس نے غصے میں اٹھ کر جاتی ہوئی عشنا کو واپس بٹھایا۔
پھر تکیے پرے سے اپنا سر اٹھا کر اس کی گود میں رکھتے ہوئے بولا۔
"آپ کو کیا معلوم مرد کی محبت کیا ہوتی ہے اور کیسی ہوتی ہے اب تک آپ بچوں سے دل بہلاتی رہی ہیں، مرد سے پالا تو آپ کا اب پڑے گا۔"
وہ گھبرا کر پیچھے کی طرف ہٹنے لگی۔ تو محب نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیے۔
"اس طرح کہ وہ مکمل طور پر اس کے حصار میں آ گیا بلکہ گود میں بہت شوق ہے آپ کو بچے کھلانے کا، یہ آپ کی سزا ہے۔ یہ بندہ بشر تو تھی رہے گا۔ اور بے وفائی بھی نہیں کرے گا۔"
آخری جملہ اس نے بہت محظوظ ہو کر کہا تو عشنا پشیمان سی ہو گئی۔
"جی بھر کر اڑا لیجئے مذاق۔" وہ چہرہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے بولی۔
"پھول شاخ سے جدا ہو بھی جائے تو کیا، خوشبو کبھی پھول سے جدا نہیں ہو سکتی۔"
"مجھے اب اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے۔ امی صحیح کہتی ہیں میرے بچے ہوں گے تو خود اپنی ماں کو اس کا بھتیجا بھلا دیں گے۔" محب نے لاپروائی سے کہا۔
"ضروری ہے اگلی محبت پانے کے لئے پچھلی محبت کا بھول جانا۔ انسان سب کچھ بھی تو ساتھ لے کر چل سکتا ہے۔"
"بشر کی بار تو آپ کو سوائے بشر کے کچھ دکھائی و سنائی نہیں دیتا تھا۔" محب جل کر بولا تو وہ کچھ بتا نہ رہ سکی۔
"زندگی میں کسی بھی ایک فرد کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ باقی سب غیر اہم ہو جائیں۔ اتنی ہی دیوانہ وار محبت کرتا ہوں مجھ سے، جتنا بشر سے کرتی تھیں سب کچھ بھلا کر، مجھے تمہارا وہی انداز اچھا لگا ہے... پاگل پاگل سا۔" محب نے مخمور سا ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکا تو اس انوکھے انکشاف پہ عشنا کی آنکھیں پھیل گئیں... اترا کر بولی۔
"زبردستی ہے کیا؟"
"ہاں زبردستی ہی ہے۔" وہ بھی بضد تھا۔
"سب کچھ بھلانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔"
"مگر میرے اختیار میں تو ہے۔" دوبدو جواب ملا۔
"کیا...؟" وہ چونک گئی۔
"تم...؟" محب نے اس کی گردن میں اپنا بازو حمائل کیا اور اپنی طرف جھکایا۔ اس فوری کارروائی پہ وہ بری طرح سے نروس ہو گئی۔ ساسوائے اس کے کہ وہ محب کے منہ پہ تکیہ رکھتی، اس سے چھپنے اور بچنے کا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

